حکمتِ سیّد مودودیؒ

آئینی و جمہوری طریق سے انقلاب

(۱)

اس معاملے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ سب سے پہلے جمہوری طریقوں کا مطلب واضح طور پر جان لیں۔

غیر جمہوری طریقوں کے مقابلے میں جب جمہوری طریقوں کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نظامِ زندگی میں جو تبدیلی بھی لانا، اور ایک نظام کی جگہ جو نظام بھی قائم کرنا مطلوب ہو، اُسے زور زبردستی سے لوگوں پر مسلط نہ کیا جائے بلکہ عامۃ الناس کو سمجھا کر اور اچھی طرح مطمئن کر کے انہیں ہم خیال بنایا جائے اور اُن کی تائید سے اپنا مطلوبہ نظام قائم کیا جائے اس کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ عوام کو اپنا ہم خیال بنا لینے کے بعد غلط نظام کو صحیح نظام سے بدلنے کے لیے ہر حال میں صرف انتخابات ہی پر انحصار کیا جائے۔ انتخابات اگر ملک میں آزادانہ و منصفانہ ہوں اور اُن کے ذریعے سے عام لوگوں کی رائے نظام کی تبدیلی کے لیے کافی ہو تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں، لیکن جہاں انتخابات کے راستے سے تبدیلی کا آنا غیر ممکن بنا دیا گیا ہو وہاں جباروں کو ہٹانے کے لیے رائے عامہ کا دباؤ دوسرے طریقوں سے ڈالا جا سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں وہ طریقے پوری طرح کارگر بھی ہو سکتے ہیں، جب کہ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بھاری اکثریت اس بات پر تُل جائے کہ جباروں کا من مانا نظام ہرگز نہ چلنے دیا جائے گا اور اس کی جگہ وہ نظام قائم کر کے چھوڑا جائے گا جس کے صحیح و برحق ہونے پر لوگ مطمئن ہو چکے ہیں۔ نظامِ حکومت کی مقبولیت جب اس مرحلے تک پہنچ جائے تو اس

کے بعد غیر مقبول نظام کو عوامی دباؤ سے بدلنا قطعاً غیر جمہوری نہیں ہے، بلکہ ایسی حالت میں اُس نظام کا قائم رہنا سراسر غیر جمہوری ہے۔

اس تشریح کے بعد آپ کے لیے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہ رہے گا کہ ہم اسلامی نظام برپا کرنے کے لیے جمہوری طریقوں پہ اس قدر زور کیوں دیتے ہیں۔ کوئی دوسرا نظام مثلاً کمیونزم لوگوں پہ زبردستی ٹھونسا جاسکتا ہے بلکہ اس کے قیام کا ذریعہ ہی جبر اور جباریت ہے اور خود اس کے ائمہ علانیہ یہ کہتے ہیں کہ انقلاب بندوق کی نالی ہی سے آتا ہے۔ استعماری نظام اور سرمایہ داری نظام اور فسطائی نظام بھی رائے عام کی تائید کے محتاج نہیں ہیں بلکہ رائے عام کو حکومت سے کچل دینا اور اس کا گلا گھونٹ دینا ہی ان کے قیام کا ذریعہ ہے۔ لیکن اسلام اس قسم کا نظام نہیں ہے۔ وہ پہلے لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کرنا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ ایمان کے بغیر لوگ خلوص کے ساتھ اس کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چل سکتے۔ پھر وہ اپنے اُصولوں کا فہم اور ان کے برحق ہونے پر اطمینان بھی عوام کے اندر ضروری حد تک اور خواص خصوصاً کارفرماؤں میں کافی حد تک پیدا کرنا لازم سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کے اُصول و احکام کی صحیح تنفیذ ممکن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ وہ عوام و خواص کی ذہنیت، انداز فکر اور سیرت و کردار میں بھی اپنے مزاج کے مطابق تبدیلی لانے کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ یہ نہ ہو تو اس کے پاکیزہ اور بلند پایہ اصول و احکام اپنی صحیح رُوح کے ساتھ نافذ نہیں ہوسکتے۔ یہ جتنی چیزیں میں نے بیان کی ہیں، اسلامی نظام کو برپا کرنے کے لیے سب کی سب ضروری ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی جبراً لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں ٹھونسی جاسکتی، بلکہ اُن میں سے ہر ایک کے لیے ناگزیر ہے کہ تبلیغ، تلقین اور تفہیم کے ذرائع اختیار کرکے لوگوں کے عقائد و افکار بدلے جائیں اور ان کو اس حد تک اُبھار دیا جائے کہ وہ اپنے اُوپر جاہلیت کے کسی نظام کا تسلط برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔

یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ جمہوری طریقوں کے سوا اس کے حصول کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اسلامی نظام کو عملاً برپا کرنے کے لیے کوئی اقدام اُس وقت تک نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک اس مقصد کے لیے کام کرنے والوں کو اس نوعیت کی عمومی تائید حاصل نہ ہوجائے۔“ (تصریحات)

(۲)

فرض کیجیے کہ بہت سے لوگ مل کر آپ کی صحت بگاڑنے میں لگ جائیں تو کیا آپ ان کی دیکھا دیکھی خود بھی اپنی صحت بگاڑنے کی کوشش میں لگ جائیں گے؟ بہت برا کیا گیا کہ غیرآئینی طریقوں سے کام لیا گیا ہے اور بہت برا کریں گے اگر ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ غیرآئینی طریقوں کو اختیار کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک علانیہ دوسری خفیہ۔ آپ دیکھیں گے کہ دونوں صورتوں میں کیا نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ علانیہ طور پر غیرآئینی طریقوں سے جو تغیر پیدا ہوگا وہ زیادہ برا ہوگا۔ اس طرح کی کوشش سے پوری قوم کو قانون شکنی کی تربیت ملتی ہے اور پھر سالہا سال تک آپ اُسے قانون کی اطاعت پر مجبور نہیں کرسکتے۔ ہندوستان میں تحریکِ آزادی کے دوران قانون شکنی کو ایک حربے کی حیثیت سے جو استعمال کیا گیا تھا اُس کے اثرات آپ دیکھ رہے ہیں۔ آج پچیس[۱] سال بعد بھی لوگوں کو قانون کا پابند نہیں بنایا جاسکا۔ اگر خفیہ طریقے سے غیرآئینی ذرائع کو اختیار کیا جائے تو نتائج اُس سے بھی زیادہ خطرناک ہوں گے۔ خفیہ تنظیموں میں چند افراد مختارِ کُل بن جاتے ہیں اور پھر ساری تنظیم یا تحریک ان ہی کی مرضی پر چلتی ہے۔ ان سے اختلافات رکھنے والوں کو فوراً ختم کر دیا جاتا ہے۔ ان کی پالیسی سے اظہارِ بے اطمینانی سخت ناگوار اور ناپسندیدہ قرار دی جاتی ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ یہی چند افراد جب برسرِاقتدار آئیں گے تو کس قدر بدترین ڈکٹیٹر ثابت ہوں گے۔ اگر آپ ایک ڈکٹیٹر کو ہٹا کر دوسرے ڈکٹیٹر کو لے آئیں تو خلقِ خدا کے لیے اس میں خیر کا پہلو کون سا ہے؟

میرا مشورہ یہی ہے کہ خواہ آپ کو بھوکا رہنا پڑے، گولیاں کھانی پڑیں، مگر صبر کے ساتھ تحمل کے ساتھ کھلم کھلا علانیہ طور پر اپنی اصلاحی تحریک کو قانونی ضابطے اور اخلاقی حدود کے اندر رہ کر چلاتے رہیے۔ خود حضورِ اکرمؐ کا طریق کار بھی علانیہ اور کھلم کھلا تبلیغ کا تھا۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ غیرآئینی طریقوں کے بارے میں سوچنے والوں کی قطعاً حوصلہ افزائی نہ کریں۔ غلط طریقوں سے حالات درست نہیں ہوتے بلکہ اور بگڑ جاتے ہیں۔

---

[۱] آج کے حساب سے ۴۶ سال بنتے ہیں (ادارہ)